صریرخامہ
SAREER A KHAMA
TAFHEEM RESEARCH CENTRE
Category Y
ISSN Online: 3005-947X
ISSN Print: 3005-9461
Vol: 05, Issue 03 (July-September 2026)

نباتاتی ماحول کو آلودگی سے بچانے میں شریعتِ اسلامی کا کردار

The Role of Islamic Sharia in Protecting the Vegetarian Environment from Pollution

Attaullah
PHD Scholar, department of Usool Uddin university of Karachi, attaullahadil52@gmail.com
Dr Muhammad Ismail Aarifi
Associate Professor, Department of Usool Uddin, Faculty of Islamic Studies, University of Karachi, Karachi, drismailaarifi@uok.edu.pk

Abstract

Vegetation constitutes one of the fundamental components of the natural environment and plays a vital role in maintaining ecological balance and sustaining life on Earth. The protection of plant life and vegetation from environmental degradation is, therefore, an important concern that calls for both moral responsibility and practical action. This research examines the role of Islamic Sharī‘ah in protecting vegetation from pollution and environmental degradation, with particular emphasis on human conduct and its ecological consequences.

The study identifies irresponsible human behaviour and unsustainable lifestyles as major factors contributing to the deterioration of the vegetative environment. Among the various forms of human misconduct, the indiscriminate and excessive cutting down of forests and trees receives particular attention. The research explores the Islamic legal perspective on cutting down trees without a legitimate purpose, focusing on two major areas: the legal rulings concerning the destruction of trees and crops belonging to Muslims, and those concerning the trees and crops belonging to non-Muslims. It also examines the differences of opinion among Muslim jurists regarding the cutting down of fruit-bearing and beneficial trees owned by Muslims.

Furthermore, the study provides a detailed analysis of the Islamic legal rulings governing the destruction of vegetation belonging to non-Muslims, particularly in the context of warfare. It explains that such destruction may be permissible when justified by genuine military necessity, whereas it is impermissible when it results in harm to Muslims. In cases where neither military necessity nor the possibility of harm to Muslims exists, jurists have expressed differing opinions, with some permitting and others prohibiting such actions.

The research also highlights the fundamental Islamic teachings, ethical principles, and guidelines concerning the preservation of vegetation and the prevention of environmental degradation. Finally, it underscores the responsibilities of the ruler and the role of state authority in protecting plant life, preventing environmental harm, and ensuring the preservation of ecological balance. The study concludes by demonstrating that Islamic Sharī‘ah provides important ethical and legal foundations for environmental protection and the responsible conservation of natural resources.

Keywords: Mu‘allaqat, Pre-Islamic Poetry, Arabic Literature, Classical Odes, Poetic Structure, Arabic Lexicography, Islamic Literary Tradition.

نباتاتی ماحول کو آلودگی سے بچانے کے حوالے سے شریعتِ مطہرۃ میں واضح ہدایات موجود ہیں، ان سے تعرض کرنے سے پہلے اس بات کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ پودوں اور نباتاتی ماحول کو آلودہ کرنے کا بنیادی سبب کیا ہے ؟جب سبب معلوم ہو گا تو اس سے اجتناب کرنے میں آسانی ہو گی، سبب کے بارے میں جب غور کیا جاتا ہے تو اس کا بنیادی سبب انسان کا اپنا غلط طرز عمل ہے، ماضی بعید میں نباتاتی ماحول کی آلودگی کا مسئلہ اتنا پیچیدہ نہیں تھا جس قدر آج ہو گیا ہے، انسان زراعت کے ابتدائی دور میں زمین میں بیج ڈال کر اس وقت تک اس کی دیکھ بھال کرتا تھا جب تک اس سے بقدر ضرورت غلہ و اناج حاصل نہیں کرتا۔

اس مرحلے میں انسان چونکہ بالکل روایتی زراعت کے طریقے اختیار کرتا تھا، اور ضروریات بھی بہت محدود ہوتی تھیں اس لئے نباتاتی آلودگی کا خطرہ نہ ہونے کے برابر ہوتا تھا، لیکن جب انسانی ضروریات میں اضافہ ہوا، اور اناج اور غلے کی مقدار میں اضافے کی ضرورت پیش آئی تو اپنی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے انسان نے زراعت کے روایتی طریقوں کو چھوڑ کر جدید زراعت کے طریقے اپنانے شروع کیے، جس سے بظاہر انسانی ضرورت تو پوری ہو گئی، لیکن نباتاتی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہو گیا، کیوں کہ دنیا میں جدید زراعت لازمی طور پر بڑی مقدار میں انرجی پاور اور کھادوں اور کیڑے مار ادویات جیسے کیمیائی مرکبات کی متقاضی ہوئی، اور ان چیزوں کے استعمال کی وجہ سے پانی، مٹی اور زرعی پیداوار کی آلودگی کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ ان جدید چیزوں کے مسلسل استعمال سے زمیں کی ذرخیزی بھی متاثر ہو جاتی ہے، زمین فصل وغیرہ اگانے کے قابل نہیں رہتی جس کی وجہ سے زمینی صحرا پن میں اضافہ ہو جاتا ہے، اسی طرح کا ایک سنگین مسئلہ افریقہ کے بعض ساحلی علاقوں میں ۱۹۶۸ء اور ۱۹۷۳ء کے درمیان پیش آیا تھا، کہ وہاں کے بعض علاقے جو پہلے ذرخیز اور سرسبز زمین پر مشتمل تھے، صحرا اور ریگستان میں تبدیل ہو گئے جس کی وجہ سے کئی ملین لوگ اور حیوانات وبائی امراض اور خوراک کی کمی کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے گئے۔[1]

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نباتاتی آلودگی کا بنیادی سبب انسان کا درست راستے سے انحراف کرنا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے انسان کے لئے تمام چیزوں کو مسخر کر کے ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی تھی، جب انسان اس ذمہ داری سے روگردانی کا مرتکب ہوا تو یہ مسئلہ پیدا ہو گیا۔

اس بات میں بھی کوئی شک شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں جب تک اپنی فطری شکل پر باقی ہوتی ہیں تب تک ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی اور بگاڑ پیدا نہیں ہوتا جب انسان اپنا عمل دخل ان کے فطری توازن میں شامل کرتا ہے تو ان میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

[1] پروفیسر ڈاکٹر احمد بن یوسف الدرویش، آبی و نباتاتی ماحولیاتی آلودگی سے تحفظ، ص:۹۵،ط:شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

انسان کے غلط طرز عمل کی ایک شکل یہ ہے کہ مختلف علاقوں میں جنگلات اور درختوں کو کثرت سے کاٹا جاتا ہے، اس کی وجہ یا تو ایندھن کے لئے لکڑی اکٹھا کرنا ہوتا ہے یا لکڑی کو دیگر ضروریات میں استعمال کرنا مقصود ہوتا ہے، اس عمل کی وجہ سے مٹی نباتاتی غلاف سے عاری اور ننگی ہو جاتی ہے جس سے گرمی کے موسم میں زمین میں آبی کٹاؤ اور خشکی اور جھاڑے کے موسم میں ہوائی دباؤ اور زمینی کٹاؤ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اب ذیل میں درختوں کو بغیر کسی مقصد صحیح کے کاٹنے کا شرعی حکم بیان کیا جائے گا۔

درختوں کو بغیر کسی مقصد صحیح کے کاٹنے کا شرعی حکم:

اس عنوان کے تحت درختوں کو کاٹنے کے حوالے سے دو مضوعات پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

۱۔ مسلمانوں کے درختوں اور کھیتیوں کو کاٹنے کا حکم

۲۔ کفار کے درختوں اور کھیتیوں کو کاٹنے کا حکم

مسلمانوں کے درختوں اور کھیتیوں کو کاٹنے کا حکم:

درختوں کو کبھی تو کسی غرض صحیح کی وجہ سے کاٹا جاتا ہے، یعنی ایندھن کے حصول کے لئے یا لکڑی کے دیگر استعمالات کے لئے، اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ بعض اوقات پھلدار اور غیر پھلدار مفید درختوں کو بغیر کسی وجہ اور ضرورت کے کاٹا جاتا ہے، اس سے متعلق فقہاء رحمہم اللہ کے ہاں اختلاف ہے چنانچہ فقہائے شافعیہ[2] اور فقہائے حنابلہ[3] رحمہم اللہ نے ایسے درختوں کے کاٹنے کو حرام قرار دیا ہے، جن سے مسلمان عمومی طور پر فائدہ اٹھاتے ہیں، اور فقہائے مالکیہ[4] رحمہم اللہ کے عبارات بھی اس موقف کی تایید کرتی ہیں، یعنی مالکیہ کے ہاں بھی مفید درختوں کو بغیر کسی وجہ کے کاٹنا درست نہیں ہے، ان حضرات کے موقف پر متعدد نصوص دلالت کرتی ہیں۔

۱۔ چوں کہ مفید پھلدار اور غیر پھلدار درختوں بلاوجہ کاٹنا یہ تخریب کاری اور فساد کے مترادف ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالی نے زمین میں فساد پھیلانے سے منع فرمایا ہے، جیسا کہ باری تعالی کا ارشاد ہے وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[5] اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور

[2] أحمد بن محمد بن علي بن حجر الهيتمي، **تحفة المحتاج في شرح المنهاج**،كتاب السير، فصل في حكم الأسر وأموال الحربيين،٢٤٦/٩،ط: المكتبة التجارية الكبرى بمصر لصاحبها مصطفى محمد

[3] علاء الدين أبو الحسن علي بن سليمان المرداوي، **الإنصاف في معرفة الراجح من الخلاف**، كتاب الجهاد، ١٢٧/٤،ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت

[4] أبو عبد الله محمد بن محمد بن محمد العبدري الفاسي المالكي الشهير بابن الحاج، **المدخل لابن الحاج**، فصل في قتال الفئة الباغية، ٤/٣،ط: دار التراث

[5] البقرة:٢٠٥

نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں کرتا، اس آیت میں اللہ تعالی نے کھیتیوں کو ہلاک وبرباد کرنے کو فساد پھیلانے سے تعبیر کیا ہے، اور اس کام کی مذمت بیان کی ہے، اس لئے درختوں اور کھیتیوں کو ضائع کرنا جائز نہیں ہو گا۔

چنانچہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ "وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ" سے مراد ایسے پھلوں اور فصلوں کا جلانا ہے جس سے مسلمان عمومی طور پر فائدہ حاصل کرتے ہوں، امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی اسی معنی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ معنی بہ نسبت تاویل کے قرآنِ کریم کے ظاہر الفاظ کے زیادہ موافق ہے۔[6]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ آیت کھیتی باڑی اور زمین کی کاشت پر دلالت کرتی ہے، اور اس زمین کو درختوں کے ذریعے آباد کرنے پر بھی، جو کاشت کاری میں مددگار ہوتے ہیں، اسی طرح نسل واولاد کی طلب بھی اس میں شامل ہے، اور نسل سے مراد حیوانات کی افزائش ہے، ان تمام چیزوں کے ذریعے انسانی زندگی کا نظام قائم رہتا ہے، اس آیت کے عمومی مفہوم کے اعتبار سے ہر قسم کا فساد، خواہ وہ زمین میں ہو، مال میں ہو یا دین میں، اس کی ممانعت شامل ہے۔[7]

بعض سلف صالحین نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی تفسیر میں کہا ہے: وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا[8] اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، اس کا مطلب یہ ہے کہ میٹھے اور صاف پانی کو گندا نہ کرو اور ایسے درختوں کو نہ کاٹو جو دوسروں کے لیے فائدہ مند ہوں، اور آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ہر قسم کے فساد، خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس سے منع فرمایا ہے، جبکہ اس سے پہلے اصلاح ہو چکی ہو، خواہ وہ اصلاح کم ہو یا زیادہ، لہٰذا صحیح قول کے مطابق یہ ممانعت اپنے عموم پر ہے، اور اس میں ایسے درختوں کو کسی غیر ضروری مقصد کے لیے کاٹنا بھی شامل ہے۔[9]

۲۔ان حضرات کے موقف پر دوسری دلیل ایک روایت ہے جس کو حضرت عبد اللہ بن حبشی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بیری کا درخت کاٹا، اللہ تعالی اس کا سر جہنم کی آگ میں جھکا دے گا۔[10]

اہل علم چونکہ بیری کے درخت کاٹنے کے جواز پر تقریبا متفق ہیں اس لئے اس روایت کے متعدد معانی بیان کیے ہیں، ایک معنی یہ بیان کیا ہے کہ یہاں بیری کے درخت سے مراد مطلق بیری کا درخت نہیں ہے بلکہ مکہ کے بیری کا درخت ہے، چونکہ مکہ کے درختوں سے تعرض کرنے کی

---

[6] أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، **تفسير الطبري ،جامع البيان عن تأويل آي القرآن**،سورة البقرة، القولُ في تأويلِ قوله: {وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ}،٥٨٣/٣،ط: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان - القاهرة، مصر

[7] أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، **الجامع لأحكام القرآن**،سورة البقرة، الآية:٢٠٥، ١٨/٣،ط: دار الكتب المصرية - القاهرة

[8] الأعراف:٥٦

[9] أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري القرطبي، **الجامع لأحكام القرآن**،سورة الأعراف، الآية:٦٥، ٢٢٦/٧،ط: دار الكتب المصرية - القاهرة

[10] أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني، **سنن أبي داود**، كتاب الأدب، باب في قطع السدر، ٥٢٣/٧،ط: دار الرسالة العالمية

اجازت نہیں ہے اس لئے جو ایسا کرے گا اس کے لئے یہ وعید ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مدینہ منورہ کا درخت ہے، تاکہ وہاں ہجرت کر کے آنے والوں کے لیے باعثِ اُنس اور سایہ ہو، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ بیری کا درخت ہے جو کھلے میدان یا بیابان میں ہو، جس کے سائے سے مسافر اور جانور فائدہ اٹھاتے ہوں، یا وہ درخت جو کسی انسان کی ملکیت میں ہو۔[11]

امام ابو داؤد رحمہ اللہ سے اس حدیث کے مفہوم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث مختصر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی بیابان میں موجود بیری کا درخت کاٹے، جس کے سائے میں مسافر اور جانور سایہ حاصل کرتے ہوں، اور وہ ظلم و زیادتی کرتے ہوئے، بغیر کسی حق کے ایسا کرے، تو اللہ تعالیٰ اسے اوندھے منہ آگ میں ڈال دے گا۔[12]

اس حدیث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ جو شخص بیری کا درخت یا کوئی دوسرا درخت کاٹے، جس کے سائے سے لوگ یا دوسرے جاندار فائدہ اٹھاتے ہوں، اور اس طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچائے، اور یہ کام کسی مصلحت یا ضرورت کے بغیر محض زیادتی کرتے ہوئے کرے، تو وہ اپنے آپ کو حدیث میں مذکور سزا کا مستحق بناتا ہے۔

بعض حنبلی علماء نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بیری کے درخت کو کاٹنے کی کراہت نقل کی ہے، چنانچہ اسحاق بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ سے گھر میں موجود بیری کے درخت کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اسے کاٹا جا سکتا ہے؟ امام احمد نے فرمایا: اسے اپنی جڑ سے نہ کاٹو، البتہ اس کی شاخیں کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔[13]

۳۔ تیسری دلیل ان حضرات کے موقف پر یہ ہے کہ پھلدار اور مفید درختوں کو بغیر کسی مقصدِ صحیح کے کاٹنا مال کو ضائع کرنے کے معنی میں ہے، اس سے بہت سارے حاصل ہونے والے فوائد فوت ہو جاتے ہیں، اور شریعتِ مطہرہ نے بے جا مال کو ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ در گور کرنا، دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا اور اپنا حق زبردستی مانگنا حرام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے فضول باتیں کرنا، بہت زیادہ سوالات کرنا اور مال ضائع کرنا ناپسند فرمایا ہے۔[14]

---

[11] مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد بن محمد بن محمد ابن عبد الكريم الشيباني الجزري ابن الأثير، **النهاية في غريب الحديث والأثر**،حرف السين، باب السين مع الدال، ٣٥٣/٢-٣٥٤،ط: المكتبة العلمية - بيروت

[12] أبو داود سليمان بن الأشعث الأزدي السجستاني، **سنن أبي داود**، كتاب الأدب، باب في قطع السدر، ٥٢٥/٧،ط: دار الرسالة العالمية

[13] محمد بن مفلح بن محمد بن مفرج، أبو عبد الله، شمس الدين المقدسي الرامينى ثم الصالحي الحنبلي، **الآداب الشرعية والمنح المرعية**،فصل ما ورد في قطع شجرالسدر وسبه،٤٤٤/٣،ط: عالم الكتب

[14] أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي، **صحيح البخاري**، كتاب الاستقراض وأدء الديون والحجر والتفليس، باب: ما ينهى عن إضاعة المال، ٨٤٨/٢،ط: دار ابن كثير

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم مدینہ منورہ کے رہنے والوں میں سب سے زیادہ کھیتی باڑی کرنے والے تھے، ہم زمین کا ایک حصہ مقررہ پیداوار کے عوض زمین کے مالک کو دے کر زمین کرائے پر لیتے تھے، پھر کبھی ایسا ہوتا کہ پیداوار کا وہ مقررہ حصہ آفت کی زد میں آجاتا اور باقی زمین کی پیداوار محفوظ رہتی، اور کبھی زمین کی پیداوار تباہ ہو جاتی جبکہ وہ مقررہ حصہ محفوظ رہتا، چنانچہ ہمیں اس طریقے سے منع کر دیا گیا، رہا سونا اور چاندی یعنی نقدی کے عوض زمین کرائے پر دینا، تو اس زمانے میں یہ طریقہ رائج نہیں تھا۔[15] بعض اہلِ علم نے نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس بات پر کہ زمین پر موجود درختوں کو کاٹنا زمین کی آبادکاری اور اصلاح کے بجائے اس کی تباہی اور فساد کا سبب بنتا ہے۔

اس حدیث سے استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے یہ بات ذکر کی ہے کہ شارع نے زمین کو برباد کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اس کی بربادی کی صورتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے درختوں سے حاصل ہونے والے فوائد کو ضائع کر دیا جائے، چنانچہ جب درختوں کے اس فائدے کو ضائع کرنے سے منع کیا گیا ہے جو ابھی حاصل نہیں ہوا اور یقینی بھی نہیں، تو ان درختوں کو کاٹ کر ان کے فوائد کو ضائع کرنے سے ممانعت بدرجۂ اولیٰ ہو گی، کیونکہ ان کے فوائد پہلے سے موجود اور حاصل شدہ ہیں۔[16]

۴۔ ایسے فائدہ مند درختوں کو کاٹنا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ مسلمان ان درختوں کو اپنے جانوروں کے چارے کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان کے سائے میں بیٹھتے ہیں، یا ان کے پھل کھاتے ہیں، فقہاء رحمہم اللہ نے دشمن کی سرزمین میں موجود مسلمانوں کے فائدہ مند درختوں کو کاٹنے کی حرمت کا بھی ذکر کیا ہے، کیونکہ اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہے، لہٰذا اسلامی ریاست میں تو ان درختوں کو کاٹنے کی ممانعت اور بھی زیادہ اولیٰ ہو گی۔

کفار کے درختوں اور کھیتیوں کو کاٹنے کا حکم:

ماقبل میں اس بات کی وضاحت کی گئی تھی کہ اسلام نے درختوں کو لگانے کی ترغیب اور تاکید کی ہے، اور انسان، جانور اور چرند و پرند اس سے فائدہ حاصل کرے تو لگانے والے کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔

دین اسلام کا یہ حکم اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ درختوں کو بلاوجہ بغیر کسی مقصد ضروری کے کاٹنا درست نہیں ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے ہمارا ماحولیاتی نظام تباہی اور بربادی کا شکار ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں اپنا نائب بنا کر اس ماحولیاتی نظام کی اصلاح اور درستگی کا حکم دیا ہے اور بلاوجہ درختوں کا کاٹنا اصلاحِ ماحول نہیں بلکہ فساد و بربادیِ ماحول کے مترادف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو جہاد کے لئے روانہ کیا تو انہیں چند وصیتیں کی تھیں جن میں سے ایک وصیت پھلدار درختوں کو کاٹنے سے منع کے حوالے سے بھی تھی، چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

---

[15] أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري الجعفي، **صحيح البخاري**،كتاب المزارعة، باب قطع الشجر والنخل،٨١٩/٢،ط: دار ابن كثير،دمشق

[16] أحمد بن علي بن حجر العسقلاني، **فتح الباري بشرح البخاري**،كتاب الحرث والمزارعة، باب قطع الشجر والنخل،١٠/٥،ط: المكتبة السلفية - مصر

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرتے وقت یہ وصیت فرمائی: اے لوگو! ٹھہرو، میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں، انہیں مجھ سے اچھی طرح یاد کر لو: خیانت نہ کرنا، مالِ غنیمت میں چوری نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، مُثلہ نہ کرنا، یعنی مقتول کے جسم کے اعضاء کاٹ کر اس کی شکل بگاڑنا نہیں، کسی چھوٹے بچے، بوڑھے یا عورت کو قتل نہ کرنا، شہد کی مکھیوں کے چھتے کو تباہ نہ کرنا اور نہ ہی اسے جلانا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، کسی بکری، گائے یا اونٹ کو ذبح نہ کرنا، سوائے اس کے کہ تمہیں کھانے کی ضرورت ہو، اور تمہارا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہو گا جنہوں نے اپنے آپ کو گرجا گھروں اور عبادت گاہوں میں عبادت کے لیے وقف کر رکھا ہو گا، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا، جس کام کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو فارغ کر رکھا ہے، انہیں وہ کرنے دینا، اور تم ایسے لوگوں کے پاس بھی پہنچو گے جو تمہارے سامنے مختلف قسم کے کھانوں سے بھرے ہوئے برتن لائیں گے، جب تم ان میں سے کچھ کھاؤ تو ان پر اللہ کا نام لے لیا کرو، اور تم ایسے لوگوں سے بھی ملو گے جنہوں نے اپنے سروں کے درمیان کے بال مونڈ رکھے ہوں گے اور اطراف میں پٹیوں کی طرح بال چھوڑ رکھے ہوں گے، انہیں تلوار سے سخت ضرب لگانا، اللہ کا نام لے کر آگے بڑھو۔۔۔[17]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ عام حالات میں درختوں کا کاٹنا اگرچہ وہ درخت دشمنوں کے ہی کیوں نہ ہو درست نہیں ہے البتہ بعض صورتوں میں دشمنوں کے درختوں کو کاٹنے اور انہیں جلانے کے حوالے سے فقہائے امت رحمہم اللہ کے ہاں کچھ تفصیلات ہیں اب ذیل میں فقہاء کے اقوال کی روشنی میں ان تفصیلات کا تذکرہ کیا جائے گا۔

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ درخت اور کھیتیاں تین قسموں میں تقسیم ہوتے ہیں:

پہلی قسم: وہ درخت اور کھیتیاں جنہیں تلف کرنے کی ضرورت ہو:

وہ درخت جو دشمن کے قلعوں کے قریب ہوں اور ان سے دشمن کے خلاف جنگ کرنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو، یا دشمن ان درختوں کی آڑ لے کر مسلمانوں سے چھپتا ہو، اسی طرح اگر راستہ کشادہ کرنے، دشمن سے جنگ کرنے کا موقع پیدا کرنے، کسی شگاف کو بند کرنے، راستے کی اصلاح کرنے، منجنیق یا کسی دوسرے جنگی آلے کے لیے پردہ یا آڑ بنانے کی غرض سے درخت کاٹنے کی ضرورت ہو، یا دشمن ہمارے ساتھ ایسا کرتا ہو تو اس کے ساتھ بھی ایسا کیا جائے تاکہ وہ باز آجائے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق درختوں کو تلف کرنا جائز ہے۔

دوسری قسم: وہ درخت اور کھیتیاں جنہیں کاٹنے سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے:

مسلمان ان درختوں کے باقی رہنے سے فائدہ اٹھاتے ہوں، اپنے جانوروں کے چارے کے لیے ان سے استفادہ کرتے ہوں، ان کے سائے میں بیٹھتے ہوں یا ان کے پھل کھاتے ہوں، یا مسلمانوں اور دشمن کے درمیان یہ معمول نہ ہو کہ ایک دوسرے کے درختوں اور کھیتیوں کو تباہ کریں، اور اگر مسلمان ایسا کریں گے تو دشمن بھی ان کے ساتھ ایسا ہی کرے گا، تو ایسی صورت میں درختوں اور کھیتیوں کو تلف کرنا حرام ہے، کیونکہ اس میں مسلمانوں کو نقصان پہنچانا پایا جاتا ہے۔

[17] أبو بكر أحمد بن علي بن سعيد بن إبراهيم الأموي المروزي، **مسند أبي بكر الصديق**،صـ: ٧١،ط: المكتب الإسلامي - بيروت

تیسری قسم: وہ درخت اور کھیتیاں جن کے تلف کرنے میں مسلمانوں کو نہ نقصان ہو، نہ کوئی فائدہ:

یعنی پہلی دونوں قسموں کے علاوہ وہ درخت اور کھیتیاں جنہیں تلف کرنے سے مسلمانوں کو نہ کوئی نقصان پہنچتا ہو اور نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہو، سوائے اس کے کہ کفار کو غصہ دلایا جائے اور انہیں نقصان پہنچایا جائے، اس قسم کے بارے میں فقہاء رحمہم اللہ کے دو قول ہیں:

پہلا قول: ایسی حالت میں دشمنوں کے درختوں اور کھیتیوں کو تلف کرنا جائز نہیں، یہ قول امام اوزاعی، حضرت لیث، اور حضرت ابو ثور رحمہم اللہ کا ہے، اور فقہائے حنابلہ رحمہم اللہ سے بھی ایک قول یہی مروی ہے کہ اس صورت میں بھی دشمنوں کے درختوں کو کاٹنا اور ان کی کھیتیوں کو جلانا جائز نہیں ہے۔[18]

اس کی دلیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہ وصیت ہے جس میں انہوں نے لشکرِ اسامہ کو پھل دار درخت کاٹنے سے منع فرمایا تھا۔

اس دلیل کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ کاٹنے والی صورت کو اختیار فرمایا ہے اور اس صورت کا اختیار کرنا قرآن مجید کی آیت مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَة أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَي أُصُوْلِهاَ فَبِإِذْنِ اللهِ[19] یعنی تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا انہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا، کی روشنی میں جائز ہے، کیوں کہ آیت میں کاٹنے اور نہ کاٹنے دونوں صورتوں کی اجازت دی گئی ہے، لہذا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دونوں میں سے ایک صورت کا انتخاب کیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نہ کاٹنا ضروری ہے۔

نیز اس لیے کہ درختوں کو کاٹنے میں محض مال کو ضائع کرنا پایا جاتا ہے، لہٰذا یہ جائز نہیں، جیسے جانور کو بلاوجہ ہلاک کرنا جائز نہیں۔

ایک دلیل یہ بھی ہے کہ درختوں کا کاٹنا اور کھیتیوں کا جلانا یہ فساد فی الارض کے مترادف ہے، اور زمین میں فساد مچانے سے اللہ تعالی نے منع فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَإِذَا تَوَلّٰى سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ[20] اور جب اٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ تعالی فساد کو پسند نہیں کرتا، ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے، وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا[21] اور تم زمین میں اصلاح و درستگی کے بعد فساد مت مچاؤ، ان آیات کی وجہ سے زمین میں فساد مچانا ممنوع ہے، اور چونکہ درختوں کو کاٹنا اور کھیتیوں کو جلانا یہ بھی فساد پھیلانے کی ایک صورت ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں ہوگی۔

---

[18] موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي الجماعيلي الدمشقي الصالحي الحنبلي، **المغني لابن قدامة**،كتاب الجهاد، مسألة،قال: ولا يقطع شجرهم، ولا يحرق زرعهم، إلا أن يكونوا يفعلون ذلك فى بلدنا...١٤٦/١٣،ط: دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية

[19] الحشر:٥

[20] البقرة:٢٠٥

[21] الأعراف:٥٦

ان دونوں دلیلوں کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ جس کام کی اجازت اللہ تعالی کی طرف سے ہو، اس کو فساد مچانا اور مال کا ضائع کرنا نہیں کہا جائے گا، چونکہ درختوں کو کاٹنے اور کھیتیوں کو جلانے کی اجازت اللہ تعالی کی طرف سے ہے اس لئے یہ کام جائز ہو گا۔

دوسرا قول: فقہائے احناف،[22] شافعیہ،[23] مالکیہ[24] رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ بظاہر اس صورت درختوں کو کاٹنے اور کھیتیوں کو جلانے سے نہ تو مسلمانوں کو کوئی معقول فائدہ ہے اور نہ ہی کو نقصان، بلکہ صرف کافروں کے غیظ و غضب میں اضافہ ہی ہوتا ہو تب بھی اس صورت میں دشمنوں کے درختوں اور ان کی کھیتیوں کو تلف کرنا جائز ہو گا، اور ایک روایت فقہائے حنابلہ رحمہم اللہ سے بھی یہی مروی ہے۔[25]

ان حضرات نے اپنے موقف پر درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

۱۔ ان حضرات کے موقف پر سب سے پہلی دلیل تو قرآن مجید کی آیت ہے، مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ،[26] تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا جنہیں ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا، اور اس لیے کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

اس آیت کے شان نزول میں دو اقوال ہیں،

پہلا قول: کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت کاٹے اور انہیں جلایا، تو بنو نضیر نے آپ ﷺ سے بطور اعتراض کے کہا: آپ تو فساد سے منع فرمایا کرتے تھے اور اسے برا سمجھتے تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے کھجور کے درخت کاٹ رہے ہیں اور انہیں جلا رہے ہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ان درختوں میں سے جو کچھ کاٹا یا جنہیں کھڑا رہنے دیا، وہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کیا۔

دوسرا قول: بعض مفسرین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جب جناب رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت کٹوائے اور انہیں جلوایا، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اختلاف ہوا، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ درخت چونکہ

---

[22] علاء الدين، أبو بكر بن مسعود الكاساني الحنفي الملقب بـ «بملك العلماء»، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، كتاب السير، فصل في بيان ما يجب على الغزاة الافتتاح به حالة الوقعة ولقاء العدو، ١٠٠/٧، ط: دار الكتب العلمية

[23] أبو عبد الله محمد بن إدريس الشافعي، **الأم للشافعي**، قطع أشجار العدو، ٣٧٦/٧، ط: دار الفكر - بيروت

[24] أبو الوليد محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد القرطبي الأندلسي، الشهير بابن رشد الحفيد، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، كتاب الجهاد، الفصل الثالث في معرفة ما يجوز من النكاية بالعدو، ١٤٨/٢، ط: دار الحديث - القاهرة

[25] موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي الجماعيلي الدمشقي الصالحي الحنبلي، **المغني لابن قدامة**، كتاب الجهاد، مسألة، قال: ولا يقطع شجرهم، ولا يحرق زرعهم، إلا أن يكونوا يفعلون ذلك فى بلدنا...١٤٦/١٣، ط: دار عالم الكتب للطباعة والنشر والتوزيع، الرياض، المملكة العربية السعودية

[26] الحشر:٥

مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ہی ملنے تھے اس لئے ان کا کٹوانا درست نہیں تھا، جبکہ دوسرے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ان درختوں کا کاٹنا درست تھا، تو یہ آیت نازل ہوئی، اور اللہ نے ارشاد فرمایا: کٹوانا اور چھوڑ دینا دونوں اللہ کے حکم سے تھا۔[27]

پس اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ حالت جنگ میں دشمنوں کے درختوں کا کاٹنا جائز ہے۔

۲۔ ان حضرات کے موقف پر دوسری دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ روایت ہے، کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے کھجور کے درخت جلائے اور کاٹے، اور یہ مقام "البویرۃ" تھا، پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی: تم نے کھجور کے جو درخت کاٹے یا انہیں ان کی جڑوں پر کھڑا چھوڑ دیا، تو یہ سب اللہ کے حکم سے تھا۔[28]

۳۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے "اَبْنٰی" نامی ایک بستی کی طرف بھیجا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کے وقت "اَبْنٰی" پہنچو، پھر اسے جلا دو۔[29]

دیکھیں پہلی روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ سے فعلا اور دوسری روایت سے قولا یہ ثابت ہے کہ دشمنوں کے درختوں کو کاٹنا اور ان کی فصلوں کو جلانا جائز ہے، چونکہ اس طرح کرنے سے دشمنوں کی شان و شوکت مغلوب اور مرعوب ہو جاتی ہے، اور دشمنوں کو حالت جنگ میں مالی نقصان بھی ہوتا ہے، جس سے آسانی دشمنوں پر غلبہ پایا جاسکتا ہے۔

پس مذکورہ بالا پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگی ضرورت ہو تو درخت کاٹنا جائز ہے، مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو تو درخت کاٹنا حرام ہے اور نہ جنگی ضرورت ہو، نہ مسلمانوں کو نقصان یا فائدہ ہو، اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض منع کرتے ہیں اور بعض اجازت دیتے ہیں۔

اسی طرح انسانی مداخلت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قدرتی چراہگاہوں میں اعتدال سے ہٹ کر ظالمانہ طور پر اپنے جانوروں کو چرانا ہے، جب ان فطری اور قدرتی سرسبز اور لہلہاتی چراہگاہوں میں ظالمانہ مداخلت کی جاتی ہے تو وہ سرسبز اور خوبصورت زمین صحرائی شکل اختیار کرنے لگتی ہے، کیوں کہ جانور اپنی پسندیدہ اور مرغوب چارہ اور نباتات کو کھا کر ختم کرتے ہیں تو ان کی جگہ ناپسندیدہ اور نقصان دہ نباتات اگنا شروع ہو جاتے ہیں یوں انسان اپنے اس عمل کی وجہ سے بھی نباتات اور پودوں کو نقصان پہنچانے کا سبب بن جاتا ہے۔

انسان کا عقل و سمجھ سے خالی مداخلتوں میں سے ایک اس کا حشرات اور زرعی آفات سے بچاؤ کے لئے کیمیائی ادویات کا کثرت سے استعمال کرنا ہے، ان کیمیائی ادوایات کی وجہ سے بھی زمین کی ذرخیزی متاثر ہوتی ہے، اور دیرے دیرے زرخیز زمین بنجر اور ویران ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

---

[27] أبو جعفر محمد بن جرير الطبري، **تفسير الطبري جامع البيان**،سورة الحشر، القولُ في تأويلِ قوله: ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ﴾،٢٢/٥٠٦،ط: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان - القاهرة، مصر

[28] أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني، **سنن ابن ماجه**، كتاب الجهاد، باب التحريق بأرض العدو، ٤/١١٠،ط: دار الرسالة العالمية

[29] أبو عبد الله محمد بن يزيد بن ماجة القزويني، **سنن ابن ماجه**، كتاب الجهاد، باب التحريق بأرض العدو، ٤/١٠٨،ط: دار الرسالة العالمية

موجودہ زمانے میں نباتاتی آلودگی کا مسئلہ مزید شدت اختیار کر رہا ہے، اس کی وجہ ایک تو اس مسئلے سے روک تھام کے لئے قانون سازی میں تقصیر اور کوتائی ہے تو دوسری طرف یہ بات بھی ہے کہ موجودہ نظام میں اس مسئلے پر قابو پانے کی اہلیت اور صلاحیت کا نہ ہونا بھی ہے، یہ تو دین اسلام اور شریعتِ مطہرہ کی خوبیوں میں سے ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں کے حوالے سے اس میں کافی ہدایات موجود ہیں، اسی طرح نباتاتی آلودگی سے تحفظ کے حوالے سے بھی دین اسلام میں بھرپور ہدایات موجود ہیں، لہذا آئندہ سطور میں ہم ان دینی ہدایات کو بیان کریں گے جو نباتاتی آلودگی سے تحفظ کے حوالے سے شریعتِ مطہرہ نے بیان کیے ہیں۔

نباتاتی آلودگی سے تحفظ سے متعلق اسلامی ہدایات:

اللہ تعالی نے کائنات کی تمام چیزیں پیدا فرما کر ان کو انسان کے تابع اور اس کی خدمت پے لگا رکھا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِنْه[30] اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے اسے تمہارے تابع فرماں بنا دیا ہے، چنانچہ آسمان اپنے ستاروں سیاروں اور کہکشاؤں سمیت اور زمین اپنی تمام چیزوں سمیت انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، اور ان تمام چیزوں کو انسان کے تابع اور خدمت میں لگانے کا مقصد یہ ہے تاکہ انسان یکسو ہو کر اپنی تخلیقی مقصد میں لگا رہے، اور انسان کی تخلیق کا مقصد بھی اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن مجید میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُوْنَ[31] اور میں نے انسان اور جنات کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور جنات کی تخلیق کا مقصد اصلی اللہ تعالی کی بندگی اور عبادت کرنا ہے، اور باقی کائنات کی چیزوں کو انسان کی خدمت میں اس لئے لگا دیا گیا ہے تاکہ یہ چیزیں انسان اور جنات کے لئے اپنی تخلیقی مقصد کی بجا آوری میں معین ومددگار ثابت ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ کائنات میں اللہ جل شانہ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا ہے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً...[32] اور تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا بے شک میں زمین میں اپنا ایک خلیفہ اور نائب بنانے والا ہوں، اسی طرح ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالی ہے هُوَ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا...[33] اور اسی نے تمہیں زمین سے پیدا فرما کر اس کی آبادکاری میں لگا دیا۔

---

[30] الجاثية:١٣

[31] الذاريات:٥٦

[32] البقرة:٣٠

[33] هود:٦١

زمین میں نائب اور خلیفہ بنا کر جو ذمہ داری انسان پر ڈالی گئی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان چیزوں کی دیکھ بھال اور اصلاح میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، کم از کم جب خود اصلاح و درستگی نہ کر سکے تو جو چیزیں اپنی فطری حالت پر رہتے ہوئے اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں ان کو خراب کرنے اور ان کی فساد کا سبب نہ بنے، کیوں کہ اللہ تعالی نے زمین میں اس کی اصلاح اور درستگی کے بعد فساد مچانے سے منع فرمایا ہے چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا[34] اور زمین میں اس کی اصلاح اور درستگی ہو چکنے کے بعد فساد مت مچاؤ، اس آیت میں بیان کردہ حکم کے تحت ہر وہ صورت ممنوع ہو گی جو زمین کی اصلاح اور درستگی میں خلل انداز ہو، اور وہ تمام انسانی کام جن کی وجہ سے ہمارا نباتاتی ماحول بگاڑ کا شکار ہو گیا تھا، وہ تمام انسانی کام اگر وہ فساد کا سبب بننے کے درجے تک پہنچتے ہوں تو ممنوع قرار پائیں گے، لہذا درختوں کو بے دردی کے ساتھ کاٹنا، اور جدید آلات کے استعمال میں حد سے تجاوز کرنا جس کی وجہ سے نباتاتی ماحولیاتی آلودگی پیدا ہوتی ہے، شریعت کی نظر میں ممنوع کام شمار ہوں گے۔

اسی طرح شریعتِ مطہرہ میں نباتاتی وسائل و مصادر کو اس طرح استعمال کرنے سے منع فرمایا گیا ہے جس سے آلودگی کا خطرہ ہو یا دوسرے لوگوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے الناس شراكاء فى ثلاث ، الماء، والكلاء، والنار[35] یعنی لوگ پانی، گھاس اور آگ میں برابر کے شریک ہیں، اور شراکت اور اشتراک اس بات کا تقاضی کرتی ہے کہ اس مشترکہ چیز کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ دوسرے لوگوں کو نقصان نہ پہنچے، اور یہاں گھاس سے غیر مملوکہ چراہگاہ کی گھاس ہے جسے ہر شخص اپنی ضرورت کے تحت استعمال کر سکتا ہے لیکن استعمال کرنے کی اجازت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ دوسروں کو تکلیف اور نقصان نہ ہو۔

نباتاتی آلودگی سے تحفظ میں حاکمِ وقت کا کردار:

دین اسلام نے نباتاتی آودگی سے تحفظ کے باب میں حاکم وقت کو وسیع تر اختیارات دیے ہیں، اور یہ اختیارات حاکم وقت کو اس لئے حاصل ہیں کیوں کہ اس کی ذمہ داری میں یہ بات شامل ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان آسانیاں پیدا کرے، اگر کوئی فساد اور نقصان کا سبب بن رہا ہو تو اس کی اصلاح کرنا بھی حاکم کی ذمہ داری میں شامل ہے، کیوں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے لا ضرر ولا ضرار[36] اس حدیث کے تحت ضرر اور تکلیف کو دور کرنا حاکم کی اولین ذمہ داری ہے، اسی طرح ایک فقہی قاعدہ ہے الضرر يزال[37] یعنی ضرر اور نقصان کو دور کیا جاتا ہے

-

---

[34] الأعراف:٥٦

[35] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، **سنن ابن ماجه**،كتاب الرهون، ٨٢٦/٢،باب المسلمون شركاء في ثلاث،ط: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي

[36] ابن ماجة أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني، **سنن ابن ماجه**،كتاب الأحكام، باب من بنى في حقه ما يضر بجاره، ٧٨٤/٢، ط: دار إحياء الكتب العربية - فيصل عيسى البابي الحلبي

[37] تاج الدين عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي، الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية: الضرر يزال، ٤١/١،ط: دار الكتب العلمية، بيروت

مذکورہ بالا حدیث اور فقہی قاعدے کی روشنی میں حاکم کو اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ وہ تمام تدابیر بروئے کار لائے جن سے نباتاتی آلودگی سے تحفظ ممکن ہو، یعنی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف سخت سے سخت سزائیں مقرر کریں، کیوں کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ماحول کی حفاظت انتہائی اہمیت کے حامل ہے، اسی طرح حاکم کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ ایسے خار خانوں کو اجازتی لائسنس جاری نہ کرے جن کی وجہ سے ہماری نباتات کو غیر معمولی نقصان پہنچ سکتا ہو، لیکن اگر کچھ ضروری وجوہات کی بنا پر لائسنس جاری کرنا پڑ جائے تو ان کا خانے والوں کو کھلی چھوٹ نہ دی جائے بلکہ اس علاقے کی جغرافیائی تجزیہ کر کے ایسی جگہوں کا کارخانوں کے لئے انتخاب کیا جائے جس سے یا تو نباتاتی آلودگی بالکل نہ ہو اور اگر وہ بھی تو بہت معمولی ہو۔

اسی طرح بنجر زمینوں کی آبادکاری میں بھی لوگوں کو شتر بے لگام نہ چھوڑا جائے، اس صورت میں بھی فساد اور خرابی کا اندیشہ ہے اس لئے بنجر زمینوں کی آبادکاری کے لئے پہلے حاکم وقت سے اجازت لینا ضروری ہو، اگر حاکم کو مناسب لگے اور اجازت دینے میں اجتماعی فائدہ ہو تو اجازت دے دے ورنہ منع کرے، کیوں کہ امام اور حاکم کے کام رعایا اور عوام کی مصلحتوں کے ساتھ مقید ہوتے ہیں چنانچہ فقہی قاعدہ ہے تصرف الإمام علي الرعية منوط بالمصلحة[38] یعنی رعایا پر حاکم کا تصرف مصلحت اور مفاد کے ساتھ مقید ہے۔

مذکورہ بالا وضاحت سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ دین اسلام میں نباتاتی آلودگی سے تحفظ کے لئے بھی وافر ہدایات موجود ہیں، اگر ان تمام ہدایات پر کماحقہ عمل کیا جائے تو ہمارا نباتاتی ماحول ہر قسم کی آلودگیوں سے محفوظ رہ سکتا ہے، لیکن بد قسمتی سے آج ان اسلامی ہدایات کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے جس کی وجہ سے دیگر ماحولیاتی آلودگیوں کے ساتھ ساتھ ہم نباتاتی آلودگی کے مسئلے سے بھی دوچار ہیں۔

[38] زين الدين بن إبراهيم بن محمد، الشهير بابن نجيم، الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ النُّعْمَانِ، الفن الأول : القواعد الكلية، القاعدة الخامسة: تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة،صـ:١٠٤،ط: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان